دوسرے ذرائع اختیار کیے۔ مگر جب کہیں سے کوئی اطلاع نہیں ملی تو ہم دونوں دل مسوس کر رہ گئے ۔"

اس کے بعد (غالباً ۸ اراکتوبر ۱۹۴۸ء) ایک دن بقرعید کا تھا اور وقت مغرب کے بعد کا۔ ہم دونوں میاں بیوی اپنی کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں پاس ہی ریڈیو رکھا ہوا ہے اور اس میں دلی کا پروگرام سنا جا رہا ہے، اچانک ریڈیو سے اعلان ہوتا ہے ، اب آپ دلی سے عید قرباں پر سعید احمد اکبرآبادی کی تقریر سنئے ، یہ سننا تھا کہ خوشی کی ایک لہر اٹھی اور رگ رگ میں دوڑ گئی۔ لیکن ساتھ ہی خیال ہوا کہ یہ تقریر کہیں پہلا کوئی ریکارڈ تو نہیں ہے ؟ اب ہم دونوں اندرونی طور پر امید و بیم کی کش مکش میں مبتلا ہو گئے ، ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا اور اسی حالت میں آپ کی (یعنی میری) تقریر سن رہے تھے، یہاں تک کہ آپ نے صفحہ الٹا اور اس کی آواز ریڈیو پر سنی تو اب اس یقین سے کہ یہ تقریر ریکارڈ نہیں، بلکہ خود آپ بول رہے ہیں خوشی سے یک لخت صوفہ پر اچھل پڑے ، دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور سجدۂ شکر بجا لائے۔ اب میں نے فوراً آل انڈیا ریڈیو کے اسٹیشن ڈائرکٹر سے تار کے ذریعہ آپ کا پتہ دریافت کیا ڈائرکٹر نے میرا ٹیلی گرام آپ کو پہنچا دیا اور آپ نے مجھے خط لکھا جس سے آپ سب کی خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا ۔"

خواجہ صاحب وضع قطع اور رہن سہن کے اعتبار سے ہو بہو ایک مغربی انسان تھے لیکن اس وضع قطع اور طرز معاشرت کے ایسے حضرات میں نے بہت کم دیکھے ہیں جو خواجہ صاحب کی طرح نماز روزہ تلاوت اور اوراد و وظائف کے پابند ہوں اور رمضان کے ماہ مقدس میں شب بیداری کر کے روحانی انبساط و نشاط خاطر محسوس کرتے ہوں ، ان کا دل اسلام اور مسلمانوں کے درد سے بھرا ہوا تھا۔ پاکستان بڑے دم خم اور چاؤ چوچلے سے بنا ۔لیکن بنتے ہی اپنے مقصد زندگی اور نصب العین حیات کو یک قلم فراموش کر بیٹھا، دنیا طلبی ، زرپرستی اور جاہ پسندی کا اس پر ایسا غلبہ ہوا کہ بقول مومن :